

اُڑاتا ہے کبوتر تو ، لڑاتا ہے بٹیریں تو  
 اے او آلو کے پٹھے ! اے مردک اے گرگے !  
 سناتا ہے ہمیں کیوں تو ، ہمیں کیا کام ہے اس سے  
 اے او مرغی کے بچے ! اے مردک اے گرگے !  
 طرار (اطمینان کے ساتھ)

ہم ' اب تو ہو گئے شہدے ، اٹھایا کرتے ہیں مردے  
 ہر اک گُن میں ہیں ہم پورے ، اے باوا ! اے باوا !  
 (ذرا چپکے سے خوب چلا کے)

کوئی پھنس جاتا ہے چرکٹ تو ملواتے ہیں ہم دوسر  
 کہ مل جاتے ہیں چار آنے ، اے باوا ! اے باوا !  
 نکلے جب ہاتھ آتے ہیں ، چرس کے دم لگاتے ہیں  
 چلم سے اٹھتے ہیں شعلے ، اے باوا ! اے باوا !  
 پیا کرتے ہیں دم سلفا ، ہمیشہ دے کے اک گنڈا  
 اُڑایا کرتے ہیں بقتے ، اے باوا ! اے باوا !  
 خوں خوار (فخر کے ساتھ)

نہیں یاں شوق نشے سے ، سوا افیون چنڈو کے  
 چرس پیتا ہے تو بقتے ، اے مردک ! اے گرگے !  
 (بہت تعجب سے ، نفرت سے)

اے کیا کالا پانی پی کے آیا ہے تو بھٹی سے  
 یہ کیسے آتے ہیں بھبکے ، اے مردک ! اے گرگے !

### طَرار (فخر کے ساتھ)

شراب شوق پیتے ہیں ، ہمیشہ مست رہتے ہیں  
(ایک بقیہ<sup>۱</sup> باپ کی طرف چھوڑ کے)

یہ خوشبودار ہیں بقیے ، اے باوا ! اے باوا !  
خون خوار

نہ تھے گستاخ ہم اپنے بزرگوں سے کبھی ایسے  
چھپا کے پیتے تھے حقے ، اے مردک ! اے گرگے !  
(غصے سے تھر تھرا کے)

نہ آئے گا کبھی گھر پر ، کہوں گا تیری اماں سے  
لگائے گی تجھے جوتے ، اے مردک ! اے گرگے !  
طَرار (تمسخر اور اطمینان سے)

اے ڈرتا نہیں ہم سے کہ اب ہم ہو گئے بانکے  
اے ہم ہو گئے شہدے ، اے باوا ! اے باوا !  
خون خوار

وہی ہیں آج کل بانکے جو کھایا کرتے ہیں جوتے  
پڑیں منڈے تو ہوں گنڈے ، اے مردک ! اے گرگے !  
(فخریہ)

کیے ہیں بانکپن ہم نے ، کبھی ہم بھی تو تھے بانکے  
یہ ہیں تلوار کے ٹانکے ، اے مردک ! اے گرگے !  
لڑا کرتے تھے اکثر خانہ جنگی ہم جوانی میں  
مگر اب ہو گئے بڈھے ، اے مردک ! اے گرگے !

### طَرار (ذرا اکڑ کے)

تو ہم بھی لٹھ بہادر ہیں نہیں اس میں بھی کم تم سے  
کہ ہیں کس باپ کے بیٹے ، اے باوا ! اے باوا !

خون خوار (بہت نفرت سے)

اے بیٹا ہے تو کس کا غلط ہے یہ ترا دعری  
ہمارا تو ، نہ ہم تیرے ، اے مردک ! اے گرگے !

طَرار (ذرا تمسخر آمیز فخر کے ساتھ)

اے باوا ہے تو کس کا ، کہا تھا تیری خاطر سے  
ہم اپنی ماں کے ہیں بیٹے ، اے باوا ! اے باوا !  
(التجا کے ساتھ)

بہت ہیں آج کل مفلس ، خمیری روٹیاں لے دے  
اے ہم ہیں بہت بھوکے ، اے باوا ! اے باوا !  
جواب ہم سچ بھی کہتے ہیں ، کوئی باور نہیں کرتا  
کہ ہم مشہور ہیں جھوٹے ، اے باوا ! اے باوا !  
ہمیں کپڑے بنا دے تو ، ہمیں جوتا پنہا دے تو  
ہمارے پھٹ گئے کپڑے ، اے باوا ! اے باوا !  
اور اک بوتل ہمیں لا دے ، پئیں ہم آج جی بھر کے  
نہیں تو دے ہمیں پیسے ، اے باوا ! اے باوا !

خون خوار (کسی قدر دھیمے ہوئے)

بچا تم ہو گئے سنڈے ، لگائیں گے تمہیں ڈنڈے  
نہ دیں گے ہم کبھی گنڈے ، اے مردک ! اے گرگے !

## طَرار

نہ تھے تم ایسے مسٹنڈے ، جوانی میں بھی تھے ٹھنڈے  
(نہایت فخر سے)

ہمارے کڑ گئے جھنڈے ، اے باوا ! اے باوا !  
(پردہ گرتا ہے)

---

## ایکٹ پنجم

پہلا سین — ساقی نامہ

(پردے کے اندر گایا جاتا ہے)

بھولا ہوں جسے یاد دلا دے مجھے ساقی  
تھوڑی سی شراب اور پلا دے مجھے ساقی  
ہو جام بلوریں میں رخِ صاف کا جلوہ  
نیرنگ یہ آنکھوں سے دکھا دے مجھے ساقی  
فرقت کے الم اب تو اٹھائے نہیں جاتے  
ہاں شاہد اصلی سے ملا دے مجھے ساقی  
ہے مجھے یاد آتا ہے مجنوں کا تڑپنا  
اب تربتِ لیلیٰ کا پتا دے مجھے ساقی  
یہ دور بھی آخر ہے اور انجام میں ہے موت  
زہراب بھی تھوڑا سا پلا دے مجھے ساقی

دوسرا سین — صحرا

(مجنوں ایک پیرزن اور جوان اسیر سے ملتا ہے)

مجنوں (خود بخود)

۱۔ صنف کلام - غزل مسلسل ، ساقی نامہ ، بحر ہزج وافی اخرب  
مکفوف محذوف یا مقصور - وزن : مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن - دوبار -  
جہاں قصر ہے وہاں بجائے فعولن کے فعولان ہے - قصد شاعر  
تمہید خاتمہ مرقع -

## مستزاد

وادیؑؑ نجد میں لے چل مجھے اے شوق رسا  
 بن کے تو راہ نما  
 کہ جہاں کوچۂ دل دار کی آتی ہے ہوا  
 رات دن صبح و مسا

(پیرزن مع جوان اسیر کے آتی ہے)

(پیرزن سے مخاطب ہو کر)

پیرزن کیوں یہ جوان قابلِ تعزیر ہوا ؟  
 پا بہ زنجیر ہوا ؟  
 کیوں ترے ہاتھ سے اس طرح یہ تشہیر ہوا ؟  
 کیوں یہ دل گیر ہوا ؟  
 سچ بتا دے کوئی ہم درد ہمارا تو نہیں ؟  
 عشق لیلیٰ تو نہیں ؟  
 یہ مری طرح کوئی عاشق رسوا تو نہیں ؟  
 غم کا مارا تو نہیں ؟

## پیرزن

نہ یہ قیدی ہے کسی کا نہ گرفتار ہے یہ  
 دل کا مختار ہے یہ  
 ہاں فقط پیٹ کے دھندے کے لیے کار ہے یہ  
 اس میں اسرار ہے یہ

۱۔ صنف کلام : مستزاد ایات بحرِ رمل وافی مخبون محذوف یا مسکن  
 محذوف مستزاد۔ وزن : فاعلاتن فعلاّن فعلاّتین فعلاّن۔ فاعلاتن فعلاّن۔ دوبار  
 اور جہاں مسکن ہے وہاں فعلاّن بہ سکون عین لیا گیا ہے۔ قصد  
 شاعر اظہار دیوانگی عشقِ مجنون۔ انجام کار طرار بد اطوار اس نمایش  
 کے بعد کہیں نہیں آئے گا۔

صبح کو روز اسے زنجیر پٹھاتی ہوں  
 نجد لے جاتی ہوں  
 ہر گلی کوچے میں تا شام پھراتی ہوں  
 بھیک منگواتی ہوں میں  
 میرا مقروض سمجھ کر جو ترس کھاتا ہے  
 کچھ اسے دیتا ہے  
 نصف میں لیتی ہوں اس میں سے جو یہ پاتا ہے  
 نصف یہ لیتا ہے

### مجنوں

پیرزن چھوڑ دے اس شخص کو از بہر خدا  
 مجھ کو زنجیر پٹھاتا  
 اس طرح سے تو مجھے نجد کے کوچوں میں پھرا  
 اپنا پابند بنا  
 جو ملے تجھ کو نہیں آس میں اجارا میرا  
 مجھ کو حصہ بھی نہ دے  
 مدت العمر نہ بھولوں گا میں احسان ترا  
 مول لے مفت مجھے  
 کیا عجب کوچہ لیلیٰ میں کسی دن ہو گزر  
 گھر سے نکلے وہ ادھر  
 میں آسے دیکھوں مجھے دیکھ لے وہ ایک نظر  
 ہوں نظارے دم بھر

پیرزن (مجنوں سے)

اگر اس امر میں ہے آپ ہی اصرار تجھے  
 کیا ہے انکار مجھے

(آس جوان سے)

کر کے بے کار رہا کرتی ہوں طرار تجھے  
نہیں درکار مجھے

طرار

تجھ کو قسمت سے یہ دیوانہ ملا اے نانی  
کیا کروں میں کم بخت

خلل آیا مری روزی میں ہوئی حیرانی  
آہ سنگ آمد و سخت

(پیرزن طرار کو رہا کرتی ہے ، مجنوں کو طوق و زنجیر پہناتی ہے)

مجنوں

دل ' سے میں شیفتہ زلف گرہ گیر ہوا  
پا بہ زنجیر ہوا

خود ہی تقصیر کی خود قابل تعزیر ہوا  
خود ہی تشہیر ہوا

واہ کیا میرے مقدر نے مری یاری کی  
کیا مددگاری کی

تیرا ممنون میں اے خوبیٰ تقدیر ہوا  
رہن تدبیر ہوا

رشک آتا ہے مقدر پہ مرے خود مجھ کو  
کہیں دھوکا تو نہ ہو

نالہ کس طرح سے منت کش تاثیر ہوا  
کارگر تیر ہوا



ہتکڑی ہاتھوں میں ہے پاؤں میں بھاری زنجیر  
 ضعف ہے دامن گیر  
 طوق گردن میں پڑا شوق گلوگیر ہوا  
 غم کی تصویر ہوا  
 عشق نے آج پنہایا ہے یہ بھاری زیور  
 ہیں برہنہ تن و سر  
 آج عشاق میں میں قابل توقیر ہوا  
 خوب تشمیر ہوا

### تیسرا سین — کوچہ لیلیٰ

مجنوں

مری 'بے خودی ہوئی راہ پر کہ تری گلی میں ہوا گزر  
 سر بام آ کبھی بے خبر مجھے دیکھ تو بھی تو اک نظر  
 (لیلیٰ کا سر بام نظر آنا)

مرے جذب دل نے کیا اثر، وہ پری ہے بام پہ جلوہ گر  
 جونگہ کے تیر ہوں کار گر، تو بچیں نہ آج دل و جگر  
 دل بے قرار کو ہے خبر، کہ لڑی ہوئی تھی نگاہ ادھر  
 دل غم کشیدہ و چشم تر ہوئے دونوں دشمن ہم دگر  
 اسے یہ لگی ہے گلے لگائیں، اسے یہ پڑی ہے کہ دیکھے جائیں  
 ہے ادھر یہ نعرہ کہ ہے غضب، ہے ادھر اشارہ کہ حنف نظر

۱۔ صنف کلام : غزل مسلسل خطابی، بحر کامل وافی سالم - وزن :  
 متفاعلن متفاعلن متفاعلن دوبار، تصد شاعر: مجنوں کی طرف  
 سے اظہار مسرت و شوق لیلیٰ کی طرف سے اظہار وفا و مجبوری۔

یہ ہے شوق دید کی التجا کہ ابھی تو جی ہی نہیں بھرا  
(غش آتا ہے ، پیرزن اٹھاتی ہے)

مجھے دیکھ لینے دے اک ذرا جو ہو غش سے فرصت یک نظر  
نہیں تاب دید مجھے ذرا تجھے دیکھوں میں یہ مجال کیا  
یہ ہے رعب حسن کا ادعا کہ نگاہ بھر کے نہ دیکھ ادھر  
لیللی (آواز سن کے)

یہ صدا ہے کس کی بتا دلا کہ ہیں کان اس کے کچھ آشنا  
مرے قیس کی یہ نہ ہو صدا کہ دل و جگر میں گئی آتر  
(مجنوں کو دیکھ کے)

یہ اسیرِ خستہ و ناتواں یہ اجل گرفتہ نیم جاں  
مرا جاں نثار ہے بے گاہ دل بے قرار کو کیا خبر  
(پیرزن سے مخاطب ہو کر)

یہ اسیر کس کا ہے پیرزن کہ ہے دست و پامیں بندھی رسن  
تو خدا کو مان ذرا ٹھہر مجھے اس کے حال کی دے خبر  
یہ جواں ہے خود ہی اسیر غم کہ مرے فراق کا ہے الم  
جو سمجھ تو کم نہیں یہ ستم اسے چھوڑ دے تو خدا سے ڈر  
تجھے کچھ بھی خوف خدا نہیں ترے دل میں رحم ذرا نہیں  
یہ جفا تو اس پہ روا نہیں ترا دل ہے سنگ سے سخت تر  
مرے ناتواں پہ نہ کر ستم مرے نیم جاں پہ نہ کر ستم  
بس اب اس جواں پہ نہ کر ستم اسے چھوڑ دے مجھے قید کر

پیرزن

مرے چاہتا ہے یہ سو درم تمہیں دے دو پھر نہ کروں ستم  
نہ ملیں درم تو یہ ہے قسم میں نہ چھوڑوں گی اسے عمر بھر

لیللی (تھیلی روپوں کی پھینک کے)

ترے سو درم ہیں یہ اے بوا مرا مبتلا ہو ابھی رہا  
دل و جاں سے اس پہ ہوں میں فدا کوئی چیز یہ بھی ہے مال و زر  
(قیس کا رہا ہونا ، پیرزن کا جانا )

مجنوں

مجھے قید سے تو رہا کیا حق دوستی تو ادا کیا  
مگر اس کا سلسلہ کیا کیا کہ عذاب ہجر سے ہو مفر  
مرا حال ہجر میں یہ ہوا تجھے آج تک ہے وہی حیا  
( رخ صاف سے تو نقاب اٹھا کہ فدا ہوں تیرے جال پر )

ترا نیم کشتہ ناز ہوں میں شہید ناز و نیاز ہوں  
میں اسیر زلف دراز ہوں تری قید میں ہوں میں سر بسر  
رہا مدتوں میں اداس بھی ترے وصل سے ہوئی یاس بھی  
نہ رہی تھی ملنے کی آس بھی تری یاد دل میں رہی مگر

لیللی

نہیں اس میں کچھ بھی مری خطا ترے بخت کا یہ قصور تھا  
ترے دل کو کیا نہیں یہ خبر ترے حال پر تھی میں نوحہ گر  
ترے غم میں میں بھی ہوں مبتلا مگر اس میں کچھ نہیں بس مرا  
اسی غم میں عمر ہوئی بسر کہ دعا ہاری ہے بے اثر  
ترے چھوٹنے کا تو ہے الم مگر اب قریب ہے شام غم  
نہ ٹھہر تو نجد میں ایک دم مرے باپ کو نہ ہو یہ خبر  
(مجنوں لیللی کی طرف نگاہ حسرت سے دیکھ کر)

مجنوں

یہ فلک نے آہ کیا ستم تجھے دیکھنے بھی نہ پائے ہم

دم چند وہ جو تھے مغتم گئے بات کہتے میں سب گزر

(لیلٰی کا غائب ہو جانا ، مجنوں کا روانہ ہونا)

(تھوڑی دور جا کے شہر کے باہر)

نہ وہ جلوہ ہے ، نہ وہ یار ہے ، نہ وہ باغ ہے ، نہ بہار ہے

نہ وہ شہر ہے ، نہ دیار ہے ، نہ وہ کوچہ ہے ، نہ وہ بام و در

اُسی دشت نجد کو چل دلا کہ نہ پردہ فاش ہو یار کا  
بھی اور کچھ دنوں صبر کر کہ یہاں ٹھہرنے میں ہے ضرر

چوتھا سین — راہِ صحرا

نہ ' اس سے کچھ کہا نہ سنا شب غم کا کیا نہ گلا

نہ نکلا منہ سے کچھ بھی دلا ہوئے یوں محوِ حسن و ادا

کوئی پوچھے فلک سے کہ کیا ستانے سے ہمارے ملا

نہ دم بھر بھی یہ دیکھ سکا کیا ظالم نے ہم کو جدا

مرضِ تقدیر نے وہ دیا کہ ناپیدا ہے جس کی دوا

مقدر میں وصال نہ تھا کہ بالکل بے اثر ہے دعا

ہوئی دل کو پسند بلا نہ بھایا کچھ یہ کیا تھا بھلا

مجھے ہے دل سے اپنے گلا کسی کی نہیں ہے اس میں خطا

چوتھا سین — خوابِ گاہِ لیلٰی

لیلٰی

۱۔ صنفِ کلام : مطلع ، بحر وافر معصوبِ سالم - وزن : مفاعیلن  
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار۔ قصدِ شاعر : اظہارِ اس حالت کا  
جو بعد دیکھنے لیلٰی کے مجنوں کو حاصل ہوئی -

جوا کھایا ہے دل پہ داغ ستم جہاں میں کوئی کھا نہ سکے  
 اٹھایا وہ سر پر بارِ الم فلک بھی جسے اٹھا نہ سکے  
 چلی وہ جگر پہ تیغ ستم کہ زخم بھی ہم دکھا نہ سکے  
 کہ چارہ گروں سے کہہ نہ سکے یہ حال کبھی سنا نہ سکے  
 جو درد اٹھا تو آپ ہی آپ ضبط کیا کبھی نہ کہا  
 یہ حال کسی سے کہتے تو کیا کہ آف بھی زباں پہ لا نہ سکے  
 یہ سوزِ جگر یہ آتشِ غم اور اُس پہ یہ ضبط اور ستم  
 جو شعلہ اٹھا تو روئے نہ ہم یہ دل کی لگی بجھا نہ سکے  
 یہ حال ہوا کہ سوز نہاں نے آہ ہمیں جلا ہی دیا  
 یہ قہر ہوا اور اس پہ یہ ضبط رو نہ سکے رولا نہ سکے  
 یہ سنگ ستم یہ بارِ الم یہ عشق نے آہ قہر کیا  
 حیا نے یہ اور جبر کیا کہ آنکھ بھی ہم اٹھا نہ سکے  
 جو دوست کے غم میں درد ہوئے عدو کو بھی ہوں ، خدا نہ کرے  
 جو ہوں بھی آسے تو چیخ اٹھے کبھی تو وہ تاب لا نہ سکے  
 جو قیس کے غم میں حال ہوا وہ دل میں رہا کبھی نہ کہا  
 جو ریخ ہوا تو دل پہ سہا کہ اشک بھی ہم بہا نہ سکے  
 اگرچہ وہ حال چھپ نہ سکا کہ تاڑنے والے تاڑ گئے  
 غرض کہ ملال کھل ہی گیا کہ زردی رخ چھپا نہ سکے  
 کبھی ہم ادھر کو جا نہ سکے کبھی وہ ادھر کو آ نہ سکے  
 جو کھینچ بھی لایا جذبہ دل تو پاس آسے بلا نہ سکے  
 نہ اپنی کہی نہ اُس کی سنی وہ ہو کے خفا چلا بھی گیا  
 حجاب سے ہم منا نہ سکے گلے بھی آسے لگا نہ سکے

۱۔ صنفِ کلام : غزل مسلسل ، بحرِ وافر وافی سالم - وزن :  
 مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن ، دوبار - قصد شاعر : اظہار کیفیات  
 عشق -

## پانچواں سین - دشت نجد

وہی 'دشت نجد' ہے وہی 'کوهسار' ہے  
 وہی 'ہجر یار' ہے وہی 'جان زار' ہے  
 وہی 'دل وہی' ہوا وہی 'دشت کی فضا'  
 وہی 'نجد کی' ہوا وہی 'سبزہ زار' ہے  
 وہی 'آہ نارما' وہی 'نالہ زار' ہے  
 اسے 'دل سے ساز' ہے وہی 'غم گسار' ہے  
 وہی 'یاس وصل' ہے وہی 'منتشر حواس'  
 وہی 'دل آداس' ہے وہی 'انتشار' ہے  
 وہی 'حسرت و الم' وہی 'زندگی سے یاس'  
 وہی 'آس موت کی' وہی 'انتظار' ہے  
 وہی 'اضطرابِ دل' وہی 'یاد زلف یار'  
 وہی 'پیچ و تاب ہجر' وہی 'اضطرار' ہے  
 وہی 'ہول ناک دشت' وہی 'غول کی پکار'  
 وہی 'دار و گیر' ہے وہی 'مار مار' ہے  
 وہی 'چاک چاک دل' وہی 'تار تار جیب'  
 وہی 'بار بار ذکر' وہی 'یار یار' ہے

چھٹا سین — صحرا - غارِ نجد (جائے قیامِ مجنوں)

(عبداللہ مجنوں کو تلاش کرتا ہے)

۱۔ صنفِ کلام : غزل مسلسل ، بحرِ طویل وافی مقبوض - وزن :  
 فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن ، دو بار - قصد شاعر : اظہارِ آس کیفیت  
 کا جو مدتِ دراز تک ایک ہی حالت میں رہنے سے پیدا ہوتا  
 ہے جس کو آکٹا جانا کہتے ہیں -

عبداللہ

تیرے ' غم سے اے پسر! خوں ہوا میرا جگر  
ڈھونڈھتا ہے یہ پدر تو کدھر ہے اے پسر  
(عبداللہ اور مجنوں کی ملاقات)

عبداللہ

اے مرے آرامِ دل اے مرے لختِ جگر  
اے مرے نورِ نظر اے مرے رشکِ قمر  
یہ تنِ نازک ترا اور یہ دشتِ خار خار  
اس مصیبت میں تجھے کس طرح دیکھے پدر  
مجنوں

آہ و زاری سے تری ٹکڑے ہوتا ہے جگر  
ڈھونڈھتا ہے کس کو تو کس لیے ہے نوحہ گر  
کون ہے تو مبتلا کس لیے ہے بے قرار  
کون ہے تو دل جلا کس لیے ہے چشمِ تر  
تیری باتوں سے مجھے بوئے انس آتی ہے کچھ  
اے شفیق مہرباں جن ہے تو یا ہے بشر  
اے ضعیف ناتواں کس قدر ہے خوش بیاں  
سچ بتا کیا میری لیلیٰ کا ہے تو نامہ بر  
بوے الفت آتی ہے تیرے جسمِ زار سے  
خود بخود کھنچتا ہے دل بات میں ہے یہ اثر

۱۔ صنفِ کلام : غزل (یا قطعہ) مسلسل ، بحر مددِ وافی سالم ۔  
وزن : فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن ، دوبارہ قصہ شاعر : اظہارِ محبت  
پدر و پسر ۔

## عبداللہ

میں ہوں میں تیرا پدر مجھ کو بھی بھولا پسر  
یہ جنوں کا ہے اثر یادِ لیلیٰ اس قدر !

## مجنوں

اے پدر ! اے مہربان ! قیس ہو تجھ پر فدا  
دشتِ غم میں تو کہاں ، اے مرے خستہ جگر !  
دل ہی قابو میں نہ تھا کیا تجھے پہچانتا  
سب یہ ہے دل کی خطا بخش دے تو اے پدر !

## عبداللہ

کوہ و صحرا میں تجھے ڈھونڈھنے آیا ہوں میں  
اس ضعیفی پر مری اے پسر تو رحم کر  
پالنے والے کا دل کیوں نہ ہوئے پاش پاش  
آہ وہ ناز و نعم اور یہ دشتِ پر خطر  
تیرے غم میں تیری ماں جاں بہ لب ہے ان دنوں  
اس کی حالت غیر ہے دیکھ آ ، اے بے خبر !  
میں ضعیف و زار ہوں زیست کا کیا اعتبار  
کون ہے تیرے سوا مالکِ املاک و زر  
تا کجا دیوانگی سیکھ اب فرزانی  
چھوڑ دے بیگانگی چل مرے ہمراہ گھر  
باپ ماں کی خدمتیں قیس تجھ پر فرض ہیں  
ترک کر ذکرِ صنم اب خدا کو یاد کر

## قیس

قیس ہو تجھ پر فدا یہ سخن ہیں سب بجا  
لائقِ صد شکر ہے یہ عنایت سر بسر



اے ولی نعمت مرے کافرِ نعمت ہوں میں  
 نا خلف ہے یہ پسر اس پسر سے در گزر  
 ناصح مشفق ہے تو یہ نصیحت ہے بجا  
 دل ہی کہنے میں نہیں کیا کروں میں اے پدر  
 آہ قابو میں نہیں یہ دل بے اختیار  
 آہ پہلو میں نہیں یہ دل وحشت اثر  
 جب نہ مانوں میں تو پھر یہ عنایت ہے عبث  
 جب نہ سمجھوں میں تو کیا ہو نصیحت کارگر  
 دردِ دل ہے لا دوا ترک کر تدبیر کو  
 یہ مرض ہے جاں ستاں چھوڑ دے تقدیر پر

عبداللہ

اے دل مایوس چل گفتگو بے کار ہے  
 راہ پر آتا نہیں ، آہ یہ شوریدہ سر

ساتواں سین . محل سرائے عبدالعزیز

(لیلۃ کا دفعۃً دیوانہ ہو جانا)

لیلۃ

آئی ہے فصل بہار آہ کوئی کیا کرے  
 جب نہ ہو پہلو میں یار آہ کوئی کیا کرے  
 دل پہ نہیں اختیار آہ کوئی کیا کرے  
 جبکہ ہو یہ اضطرار آہ کوئی کیا کرے

۱۔ صنف کلام : غزل (مرثعی) بحر بسیط وافی مطوی - وزن : مفتعلن  
 فاعلن مفتعلن فاعلن ، دوبارہ قصید شاعر : شدت اضطراب و اضطرار۔

(لیلنی بھاگنے کا قصد کرتی ہے)

گھر سے نکل جاؤں میں قیاس کو دیکھ آؤں میں  
دل کو نہیں ہے قرار آہ کوئی کیا کرے  
(مادرِ لیلنی قریبِ دروازہ لیلنی کو پکڑ لیتی ہے)

مادرِ لیلنی

کیا ہوا لیلنی تجھے کیا ہوا بیٹی تجھے  
بکتی ہے کیوں بار بار 'آہ کوئی کیا کرے'  
آتا ہے تیرا پدر کہتی ہوں سب اس سے حال  
سر پر جنوں ہے سوار آہ کوئی کیا کرے  
(عبدالعزیز آتا ہے)

اس کو یہ کیا ہو گیا تم کرو اس کی دوا  
بکتی ہے دیوانہ وار 'آہ کوئی کیا کرے'  
روک نہ لیتی جو میں گھر سے گئی تھی ابھی  
سخت ہوا انتشار آہ کوئی کیا کرے

عبدالعزیز

ہے یہ جنوں کا اثر قید ہے اس کا علاج  
گوکہ یہ ہو ناگوار آہ کوئی کیا کرے  
قید کروں گا اسے لوہے کی زنجیر میں !  
پاؤں اگر ہوں فگار آہ کوئی کیا کرے

(عبدالعزیز لیلنی کے پاؤں میں زنجیر پنہاتا ہے)

## لیلٰی

پاؤں میں زنجیر ہے طوق گلوگیر ہے  
سلسلہ زلفِ یار آہ کوئی کیا کرے

آٹھوں سین — دشتِ نجد

## مجنوں

دیکھیے 'عالم تقدیر سے کیا ہوتا ہے  
لاکھ تدبیر ہو، تدبیر سے کیا ہوتا ہے  
کھینچ ہی لائے گا اک روز اسے جذبہٴ دل  
زندگی چاہیے تاخیر سے کیا ہوتا ہے  
(دل کو زلفوں میں پھنساؤ کہ یہ قید اچھی ہے)  
ایسے دیوانوں کو زنجیر سے کیا ہوتا ہے  
اب سنا ہے کہ جفا سے بھی پشیمان ہے وہ  
اور پھر آہ کی تاثیر سے کیا ہوتا ہے  
گوشِ مشتاقِ سخنِ دل متمنیِ وصال  
(تو ہی کہہ دے تری تصویر سے کیا ہوتا ہے)

۱۔ صنفِ کلام : غزل بحرِ رمل وافی مجنون مسکن محذوف - وزن :  
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فعلن دوبار - کہیں پر رکن آخر فعلن  
(مقصود) اور کہیں فعلن بحرکت عین (محذوف) لے لیا ہے - قصیدشاعر :  
اظہار اس امر کا کہ گویا مجنوں کے دل کو اس واقعے کی  
خبر ہے بلکہ اس کو امورِ آئندہ کی بھی اطلاع ہے - اگر یہ  
تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ واقعات سے ظاہر کیا گیا ہے کہ  
مجنوں اور لیلٰی میں شرکت خیال واقع تھی تو یہ امر مستبعد  
معلوم نہ ہوگا کہ مجنوں کو لیلٰی کے ارادے پر اطلاع حاصل تھی -  
لیلٰی کا ارادہ ہے کہ زندان سے بھاگ جاؤں اور قیس کو دیکھ  
آؤں اور اس سے قیس آگاہ ہے - ایسے امور معمولات اور مجانیں میں  
اکثر مشاہدہ کیے گئے ہیں -

بے حجابانہ ملیں آپ ، تکلف کیسا  
 اس مدارات سے توقیر سے کیا ہوتا ہے  
 کچھ کھٹک سی ہے کلیجے میں مگر زخم نہیں  
 کیا بتائیں کہ ترے تیر سے کیا ہوتا ہے  
 کوئی بھی اس نگہ ناز سے جاں بر نہ ہوا  
 تیر ایسا ہو تو فنجیر سے کیا ہوتا ہے  
 دوست کی جس بہ عنایت ہو جوان بخت ہے وہ  
 پھر عناد فلک پر سے کیا ہوتا ہے  
 کیا سنائیں تمہیں افسانہ ہجر کا کل  
 ایسی الجھی ہوئی تقریر سے کیا ہوتا ہے  
 بخت اگر بد ہو تو سونے کو بنا دے مٹی  
 اے مہ وش! تری اکسیر سے کیا ہوتا ہے  
 عشق کا کل یہ وہ سودا ہے کہ جاتا ہی نہیں  
 مار سے ، قید سے ، زنجیر سے کیا ہوتا ہے  
 دیکھتی ہی نہ چلی آئیں تو کچھ بات نہیں  
 دیکھ مرزا تری تحریر سے کیا ہوتا ہے

نواں سین زندان خانہ

لیلی (خود بخود)

آج قسمت سے در زندان کھلا  
 سو گئے در چھوڑ کر درباں کھلا

۱۔ صنف کلام : غزل ، بحر رمل بحر و محذوف یا مقصور۔ وزن :  
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ، دو بار ۔ اور جہاں قصر ہے وہاں فاعلان ۔  
 قصہ شاعر : اظہار اس حالت کا جو آزاد ہونے سے حاصل ہوتی ہے ۔